

شوریٰ اور نظام خلافت کا باہمی تعلق

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ صَوًّا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝

(سورة الشوریٰ: 39)

ترجمہ: اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: لَا خِلَافَةَ إِلَّا عَنِ مَشُورَةٍ

(کنز العمال کتاب الخلیفۃ مع الامارۃ)

ترجمہ: خلافت کا انعقاد مشورہ اور رائے لینے کے بغیر درست نہیں نیز خلافت کے نظام کا ایک اہم ستون مشاورت ہے۔

(ترجمہ از حدیقتہ الصالحین۔ صفحہ 489)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میرا مذہب ہے لَا خِلَافَةَ إِلَّا بِالْمَشُورَةِ۔ خلافت جائز ہی نہیں جب تک اس میں شوریٰ نہ ہو۔“

(منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۵)

حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں:-

دنیاوی مجالس مشاورت میں تو یہ ہوتا ہے کہ ان میں شامل ہونے والا ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ چاہے میری بات رد کر دو مگر سن لو۔ لیکن خلافت میں کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں۔ یہ خلیفہ کا ہی حق ہے کہ جو بات مشورہ کے قابل سمجھے

اس کے متعلق مشورہ لے۔ اور شوریٰ کو چاہیے کہ اس کے متعلق رائے دے۔ شوریٰ اس کے سوا اپنی ذات میں اور کوئی حق نہیں رکھتی کہ خلیفہ جس امر میں اس سے مشورہ لے اس میں وہ مشورہ دے۔“

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء صفحہ 42-43)

حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں:-

”مشورہ لینے کا حق اسلام نے نبی کو اور اس کی نیابت میں خلیفہ کو دیا ہے مگر کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ نبی یا خلیفہ کے سامنے تجاویز پیش کرنے کا حق دوسروں کے لئے رکھا گیا ہے کوئی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ کسی نے اپنی طرف سے رسول کریم ﷺ کے سامنے تجویز پیش کی ہو۔ اور اسے اپنا حق سمجھا ہو۔“

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء صفحہ 7)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؑ فرماتے ہیں:-

”مکرم ابو العطاء صاحب نے اپنی رپورٹ کی ابتداء میں ایک تمہیدی نوٹ دیا تھا جس کے الفاظ یہ تھے کہ

”سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری سمجھی گئی ہے۔ کہ تمام جماعتوں اور افراد پر اچھی طرح واضح رہے کہ مشورہ لینے کا حق نبی یا امام وقت کو دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا ہے۔ امام جس طریق پر اور جن افراد سے مشورہ لینا پسند کرے۔ اس کا اسے ازروئے شریعت اختیار ہے۔ جماعتوں اور افراد کا یہ حق نہیں کہ کسی خاص طریق پر مشورہ دینے کا مطالبہ کریں۔ مجلس شوریٰ کو خلیفہ وقت بلا تے ہیں۔ اور اس بارہ میں انہیں پورا اختیار ہے کہ جس طریق پر اور جن افراد سے اور جتنی تعداد سے مشورہ لینا چاہیں مشورہ لے سکتے ہیں۔ یہ وضاحت کرنا اس لئے ضروری سمجھا گیا تا کسی نئے احمدی کے ذہن میں مغربی طرز فکر کے ماتحت پارلیمنٹوں کے طریق پر نمائندگی کے حق کا سوال پیدا نہ ہو۔“

جہاں تک مجلس شوریٰ کا سوال ہے وہی فقرہ درست ہے جو مکرم ابو العطاء صاحب نے اپنے تمہیدی نوٹ میں لکھا ہے۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرنا کہ کسی مجلس کو مشورہ کے لئے قائم کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ جماعت کا حق نہیں ہے بلکہ خلیفہ وقت کا حق ہے اگر آپ اسے جماعت کا حق فرض کر لیں۔ تو ساتھ ہی ہمیں اس وقت یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ

حضرت خلیفہ اولؓ نے جماعت کو یہ حق نہیں دیا۔ کیونکہ انہوں نے اس قسم کی مجلس شوریٰ بلائی ہی نہیں اور اس طرح آپ نے جماعت کا ایک حق مار لیا۔ (نعوذ باللہ) جو غلط بات ہے۔ اور پھر اس کا نتیجہ فوراً یہ نکلتا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ ۱۴ء میں مسندِ خلافت پر بیٹھے اور پہلی مجلس شوریٰ ۲۲ء میں منعقد ہوئی۔ اگر مجلس شوریٰ کا قیام جماعت کا حق تسلیم کیا جائے تو ۱۴ء سے ۲۲ء تک آپ نے قوم کو اس کا حق نہیں دیا۔ اور یہ بالکل غلط بات ہے ان کا حق تھا ہی نہیں۔ اس لئے حق دینے یا نہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

غرض جہاں تک مجلس شوریٰ کا سوال ہے اسے کس شکل میں بلایا جائے اس کی نمائندگی کا کیا طریق ہو۔ انتخاب کس اصول پر ہو وغیرہ۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کا فیصلہ کرنا خلیفہ وقت کا کام ہے اور اس کے متعلق خلیفہ وقت مشورہ لیتا ہے۔ وہ مشورہ کے بعد اکثریت کے حق میں فیصلہ کر رہا ہو۔ یا اکثریت کے خلاف فیصلہ کر رہا ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے لیکن بہر حال وہ مشورہ لیتا ہے۔ اور کام کرتا ہے۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1967 ، صفحہ 247-244)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”خلیفہ کا طریق حکومت کیا ہو؟ خدا تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں کہ تم خلیفہ کے لئے قواعد اور شرائط تجویز کرو یا اس کے فرائض بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اس کے اغراض و مقاصد بتائے ہیں قرآن مجید میں اس کے کام کا طریق بھی بتا دیا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔

ایک مجلس شوریٰ قائم کرو ان سے مشورہ لے کر غور کرو پھر دعا کرو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں قائم کر دے اس پر قائم ہو جاؤ۔ خواہ وہ اس مجلس کے مشورہ کے خلاف بھی ہو۔ تو خدا تعالیٰ مدد کرے گا۔“

(منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۵۶)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

یہ نہیں کہ ووٹ لیے جائیں اور ان پر فیصلہ کیا جائے بلکہ جیسا اسلامی طریق ہے کہ مختلف خیالات معلوم کیے جائیں اور مختلف تجاویز کے پہلو معلوم ہوں تاکہ ان پر جو مفید باتیں معلوم ہوں وہ اختیار کر لیں۔ اس زمانہ کے لحاظ سے یہ خیال پیدا ہونا کہ کیوں رائے نہ لیں اور ان پر فیصلہ ہو۔ مگر ہمارے لیے دین نے یہی رکھا ہے کہ ایسا ہو

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

مشورہ لو مگر جب ارادہ کر لو تو پھر اس بات کو کر لو۔ یہ نہ ہو کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اور اسلام میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ جب ایران پر حملہ کیا گیا تھا تو دشمن نے ایک پل کو توڑ دیا اور بہت سے مسلمان مارے گئے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے لکھا کہ مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔ اگر جلد فوج نہ آئے گی تو عرب میں دشمن گھس آئیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے طلب کی تو سب نے کہا خلیفہ کو خود جانا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی خاموشی پر خیال آیا اور پوچھا آپ کیوں چپ ہیں؟ کیا آپ اس رائے کے خلاف ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں میں خلاف ہوں۔ پوچھا کیوں تو کہا اس لیے کہ خلیفہ کو جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہیے اس کا کام یہ ہے کہ لڑنے والوں کو مدد دے۔ جو قوم ساری طاقت خرچ کر دے اور جسے مدد دینے کے لیے کوئی نہ رہے تو وہ تباہ ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کے جانے پر شکست ہو گئی تو پھر مسلمان کہیں نہ ٹھہر سکیں گیں اور عرب پر دشمنوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ گئے اور انہی کی بات مانی گئی۔ تو مشورہ کی غرض ووٹ لینے نہیں بلکہ مفید تجاویز معلوم کرنا ہے۔ پھر چاہے تھوڑے لوگوں کی اور اور چاہے ایک ہی کی بات مانی جائے۔ پس صحابہؓ کا یہ طریق تھا اور یہی قرآن سے معلوم ہوتا ہے اور عارف کے لیے یہ کافی ہے۔“

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 13-8)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعیہ) حضرت مصلح موعودؑ کے کثرت رائے سے اختلاف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا کثرت رائے سے اختلاف

نمائندگانِ شوریٰ کی کثرتِ رائے سے اختلاف کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جہاں جہاں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے کثرتِ رائے سے اختلاف کیا تو اس اختلاف کی وجہ بیان فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف اس وقت کے حاضر ممبران آپ کی رائے سے دلی طور پر مطمئن ہو گئے بلکہ آج بھی ہر معقول آدمی ان معاملات پر نظر ڈالکر یقیناً اس فیصلہ تک پہنچے گا کہ آپ کا کثرتِ رائے کو قبول نہ کرنا نہ صرف معقول اور مناسب تھا بلکہ ایسا نہ کرنا قومی مفادات کے لئے مضر ثابت ہوتا۔ کہیں ایک جگہ بھی محقق آپ کے اختلافِ رائے میں آمریت کا شائبہ تک نہ پائے گا۔ یہ تمام امور جماعت احمدیہ کے ریکارڈ میں موجود اور رسائل و جرائد میں شائع شدہ ہیں۔ اور ہر دلچسپی رکھنے والے کو دعوتِ فکر و نظر دے رہے ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

اول:- مجلسِ شوریٰ میں یہ تجویز پیش تھی کہ صوبائی امیر جمعہ کے روز اگر کہیں موجود ہوں اور وہاں کا امیر مقامی کوئی اور شخص ہو تو جمعہ کے پڑھانے کا اصل حق امیر مقامی کا ہوگا۔ البتہ صوبائی امیر مقامی امیر کو اطلاع دے کر حسبِ ضرورت جمعہ پڑھا سکے گا۔ اس تجویز کے متعلق جب رائے شماری ہوئی تو اکثریت نے اس کے حق میں رائے دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اکثریت کے اس فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:-

”میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں اکثریت کی رائے درست نہیں ہے میرے نزدیک جب تک یہ عہدے الگ الگ ہیں۔ اس وقت تک یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جہاں پراونشل امیر ہو وہاں اسے اپنے خیالات کے اظہار اور ان کی اشاعت کے لئے کوئی موقعہ حاصل ہونا چاہیے۔ مجھے تو یہ ذریعہ حاصل ہے کہ اخبار ہے اور اخبار والے میری تقریریں اور خطبے نوٹ کر کے شائع کرتے اور جماعت تک پہنچاتے ہیں مگر صوبہ کی جماعتوں کے امراء کو یہ ذریعہ حاصل نہیں کہ ایک جگہ اپنے جن خیالات کا وہ اظہار کریں وہ سارے صوبہ کی جماعتوں تک پہنچ جائے اس لئے باوجود اس کے کہ اکثریت دوسری طرف گئی ہے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ اپنے صوبہ میں جہاں بھی پراونشل امیر ہو جمعہ کا خطبہ دینے کا حق اسے مقدم طور پر حاصل ہوگا۔ اس کی موجودگی میں اس کی اجازت سے لوکل امیر یا کوئی اور شخص خطبہ پڑھا سکتا ہے۔ ہاں جہاں پراونشل امیر موجود نہ ہو یا اس غرض کے لئے کوئی دوسرا امام مرکز سلسلہ کی طرف سے مقرر نہ ہو تو خطبہ دینے کا اول حق لوکل امیر کو حاصل ہوگا۔“ صفحہ ۱

ثانیاً: مجلس شوریٰ میں یہ تجویز پیش تھی کہ کراچی اور لاہور اور راولپنڈی کو مقامی ضروریات کے لئے ان کے چندوں کا تیسرا حصہ بطور گرانٹ دیا جائے۔ جماعت کے مالی حالات کے لحاظ سے یہ تجویز اپنی موجودہ صورت میں درست نہ تھی لیکن اس تجویز کو اپنے اختیارات کے تحت رد کرنے کی بجائے آپ نے اس تجویز کے ناموزوں ہونے کے دلائل دیئے اور اس کے نقصان دہ پہلوؤں کی جماعت کے نمائندگان کے سامنے وضاحت فرمائی۔ چنانچہ اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

”چندوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر اس تجویز کو منظور کر لیا جائے، تو قریباً دو لاکھ روپیہ بجٹ آمد سے کم ہو جاتا ہے۔ ہمارا کل بجٹ بارہ لاکھ ننانوے ہزار کا ہے اور اگر یہ دو لاکھ روپیہ اس سے نکال دیا جائے تو آمد دس لاکھ ننانوے ہزار بلکہ اس سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ اور اس دس لاکھ ننانوے ہزار روپیہ کی آمد سے بارہ لاکھ ننانوے ہزار کے اخراجات چلانا کسی انجمن کی طاقت سے باہر ہے۔ درحقیقت یہ بجٹ اخراجات کی کمیٹی کے سامنے اٹھانی چاہیے تھی کہ اس قدر اخراجات کم کر دیئے جائیں۔ کالج بند کر دو۔ زنانہ کالج بند کر دو۔ لنگر خانہ بند کر دو۔ نظارت امور عامہ بند کر دو۔ نظارت اصلاح و ارشاد کے کارکنوں کو رخصت کر دو اور اخراجات کے بجٹ کو دس لاکھ ننانوے ہزار پر لے آؤ۔ ورنہ یہ کہ خرچ تو وہی رکھو آمد تقسیم کر لو یہ وہی بات ہے جیسے کوئی ایک ناممکن چیز کی خواہش کرے یا جیسے بچے روتے ہیں تو کہتے ہیں ستارے دے دو۔ دس لاکھ ننانوے ہزار میں بارہ لاکھ ننانوے ہزار کے اخراجات کا بجٹ پورا کرنا بھی ستارے لانے والی بات ہے یہ ایک ناممکن العمل بات ہے اس لئے اس تجویز پر رائے دیتے وقت سوچ لیا جائے کہ آیا اس بجٹ کو نامنظور کیا جائے یا رہنے دیا جائے۔ کیونکہ تخفیف کے بعد خرچ نہیں چل سکتا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی ضرورت ہے۔ ٹھیک ہے اس کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی ضرورت ہو تو اس کے لئے آمد بڑھائی جانی چاہیے۔“

”دعائیں کرتے رہو اللہ تعالیٰ کو سب طاقت ہے اور وہ سب برکتیں دے سکتا ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ جب مجھے خلیفہ بنایا گیا۔ تو خزانہ مقروض تھا اور میں صرف اٹھارہ آنے تھے اور اب آپ کا بجٹ تحریک کے سالانہ بجٹ کو ملا کر انتیس لاکھ روپے کا ہے۔ اب دیکھو کجا اٹھارہ آنے اور کجا انتیس لاکھ روپیہ۔ تو اللہ تعالیٰ میں بڑی طاقت ہے.....“

(رپورٹ مجلس مشاورت 1957ء صفحہ 91-83)

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 201 تا 203)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:-

مشورہ صحیح وہی نہیں ہوا کرتا جو آخر میں منظور ہو جائے بلکہ ہر وہ مشورہ (خواہ وہ مانا جائے یا نہ مانا جائے) جو دیانتداری کے ساتھ، خلوص کے ساتھ، اور نیک نیتی کے ساتھ آپ پیش کرتے ہیں وہ صحیح مشورہ ہے۔ اور میں یہاں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے مشوروں کو سننے کے بعد جب میں کسی نتیجے پر پہنچوں اور کسی کام کے کرنے کا ارادہ اور عزم کروں تو محض اپنے رب پر توکل رکھتے ہوئے اور اس کی زندہ طاقتوں اور زندہ قدرتوں پر یہ امید رکھتے ہوئے کہ میری کوشش میں جو میں کروں یا کرواؤں، وہ برکت ڈالے گا۔ میں وہ عزم کروں اور دل میں دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ ان نیک کاموں میں ہماری راہبری بھی کرے کیونکہ مشوروں میں جہاں اس کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ وہاں عمل میں بھی اس کی ہدایت کی ضرورت ہے اور وہ ہماری حقیر کوششوں میں برکت ڈالے اور ان کے ایسے شاندار نتائج نکالے جو اس کی نگاہ میں بھی شاندار ہوں۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1967ء صفحہ 6)

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورہ آل عمران آیت 160 کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اس آیت کی تلاوت میں نے اس لئے کی ہے کہ آجکل جو مارچ کا موسم ہے اس میں جماعت احمدیہ عالمگیر میں کثرت سے مجالس شوریٰ منعقد کی جاتی ہیں۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے تاخیر سے بھی کرتے ہیں مگر یہ وہ موسم ہے جس میں اکثر مجالس شوریٰ کا انعقاد ہوتا ہے اور یہ جو ادارہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب دنیا میں مستحکم ہو چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہماری کوشش ہے کہ بڑے بڑے ملکوں کے علاوہ چھوٹے ملکوں میں بھی نظام شوریٰ قائم کیا جائے کیونکہ یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت تھی کہ آپ مشورہ کیا کرتے تھے حالانکہ اگر انسانوں میں سے کسی کو سب سے کم مشورے کی ضرورت ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کو تھی کیونکہ خدا آپ کا نگہبان تھا، خدا آپ کی ہدایت فرمایا کرتا تھا اور اس کے باوجود مشورہ کرنا آپ کی سنت تھی جسے کبھی بھی آپ نے ترک نہیں کیا۔ تو عملاً مجالس شوریٰ کا انعقاد اس زمانے میں تو تقریباً ہر روز ہی ہوا کرتا تھا یعنی جس سے بھی رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے اس سے مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ اس کو باقاعدہ انسٹیٹیوٹ بنا کر جماعت احمدیہ میں رائج کیا گیا ہے اور مرکزی بات جو بنیادی بات ہے وہ

میں یہ بتانی چاہتا ہوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (-) کہ مشورہ تو کرنا ہے اس لئے کہ تیری بات، تیرے وجود، تیری ہر چیز سے یہ محبت کرتے ہیں اور تیرا بہت نرم دل ہے اور تیری طرف جھکے رہتے ہیں تو مشورہ سے ان کو ایمانی تقویٰ نصیب ہوتی ہے لیکن فیصلہ تو نے کرنا ہے۔ مشورہ جو بھی ہے اس سے قطع نظر کہ وہ کیا مشورہ ہے آخری فیصلہ تیرا ہے۔ پس صلح حدیبیہ کے موقع پر دیکھئے کہ تمام صحابہ کا ایک ہی مشورہ تھا کہ چاہے قتل و غارت کرنا پڑے، اپنے خون سے ہولی کھیننی پڑے لیکن ہم ضرور خانہ کعبہ حج پر جائیں گے اور آپ کی رؤیا پوری ہوگی جس میں کسی سال کا کوئی ذکر نہیں تھا مگر صحابہ نے یہی سمجھا کہ اسی سال یہ رؤیا پوری ہونی ہے۔ اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ نے تمام صحابہ کا مشورہ ترک فرما دیا، نظر انداز فرمادیا اور اس میں کوئی بھی استثناء نہیں تھا (-) جب عزم کر لیا تو پھر اللہ پر ہی توکل کے نتیجے میں صلح حدیبیہ سے ہی پھر آئندہ ساری فتوحات کی بنیاد ڈالی گئی اور عظیم الشان صلح کی شرائط تھیں جس نے اگلے زمانے کی گویا کایا پلٹ دی۔

تو اس پہلو سے میں سب شوریٰ میں شامل لوگوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ میں جو فیصلے ہوتے ہیں ان میں فیصلوں سے زیادہ لفظ مشورے کا اطلاق ہونا چاہئے جو مجلس شوریٰ کی جان ہے۔ فیصلہ ہوتا ہی کوئی نہیں۔ مشورے ہوتے ہیں اور جو کثرت رائے سے مشورے ہوں ان کو پھر امیر کی معرفت خلیفۃ المسیح کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اور پھر وہاں فیصلہ ہوتا ہے۔ پس آپ بھی اس طریقے کو چمٹے رہیں کیونکہ اسی میں برکت ہے اسی میں جماعت کی زندگی کا راز ہے۔ مجلس شوریٰ ایک بہت بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا جو خدا تعالیٰ نے یہ نظام ہمارے اندر جاری فرما کے ہمیں ایک ہاتھ پر باندھ دیا۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ ہر جگہ مشورے کریں گے اور توکل اللہ پر ہی کریں گے۔ جب فیصلہ جماعت کی طرف سے کیا جائے تو پھر توکل کا مقام ہے اور خدا تعالیٰ کبھی بھی اس توکل کو ضائع نہیں فرماتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 مارچ 2000ء)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) فرماتے ہیں:

”جماعت احمدیہ میں مجلس مشاورت کا نظام نظام خلافت سے وابستہ اور اس پر منحصر ہے اور جماعت احمدیہ کے نزدیک خلیفۃ المسیح شاہد ہُمْ فی الْأُمْرِ کے مخاطب کی حیثیت سے جب چاہے اور جس رنگ میں چاہے مشورہ کے لیے صائب الرائے احباب کو دعوت دے سکتا ہے۔“

۲۔ ہر ایسے مشورہ کی ابتداء دعاؤں اور ذکر الہی کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ مد نظر رہے اور اس کی نصرت اور رہنمائی شامل حال رہے۔

۳۔ ہر وہ شخص جسے کوئی مشورہ پیش کرنا ہو اسے پوری آزادی ہے کہ بااجازت صدر مجلس بے تکلفانہ رائے کا اظہار کرے۔ لیکن ضروری ہے کہ اس مشورہ میں اصل مخاطب حاضرین مجلس نہ ہوں بلکہ خلیفۃ المسیح ہوں۔ بعد مشورہ خلیفۃ المسیح کو پورا اختیار ہے کہ خواہ کثرت رائے کے مشورہ کو قبول کریں یا رد کر دیں۔ یہ جماعت کی مجلس مشاورت کے نظام کا اصولی خلاصہ ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 192,193)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) فرماتے ہیں:

”وہ لوگ جو جماعت احمدیہ کے اس روحانی نظام کو دنیاوی پیمانوں سے جانچتے ہیں اور اس امر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر خلیفۃ وقت کو آراء کو رد کرنے کا آخری اختیار حاصل ہے تو ایسے مشورہ کا فائدہ ہی کیا اور اس طریق مشورہ کو محض ایک پردہ سمجھتے ہیں جو گویا آمریت کو چھپائے ہوئے ہے۔ ان کے لیے مجلس مشاورت جماعت احمدیہ کی کاروائیوں کا مطالعہ یقیناً آنکھیں کھولنے کا باعث بن سکتا ہے۔ وہ حیرت سے اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے کہ خلیفۃ وقت 99 فیصدی سے زائد مرتبہ کثرت رائے کی تائید کرتا ہے اور جب کثرت رائے سے اختلاف کرتا ہے تو ایسے قوی دلائل اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتا ہے کہ کثرت رائے ہی نہیں تمام مجلس بالاتفاق خلیفۃ وقت کی رائے کی فضیلت کی قائل ہو جاتی ہے۔ گویا یہ ایک ایسی مجلس مشاورت ہے جس کا آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو مشوروں کو قبول یا رد کرنے کا اختیار رکھنے والا عوامی نمائندوں کی آراء سے متفق ہو یا عوامی نمائندے بشرح قلب اس فیصلہ کرنے والے کے فیصلہ سے مطمئن ہوں۔ دنیا کے پردے پر ایسے عظیم طوعی اتفاق نظر و فکر کی کوئی مثال نظر نہیں آسکتی۔ مزید

برآں تربیت یہ کی گئی ہے اور واقعتاً اس طریق کار پر سو فیصدی عمل بھی ہے کہ جن دوستوں کی آراء کو کثرت رائے نے رد کر دیا ہو وہ آخری فیصلہ کے بعد عملدرآمد کے وقت اپنی رائے کو اتنی بھی اہمیت نہیں دیتے جو ردی کی ٹوکری میں پھینکے ہوئے ایک کاغذ کے پرزے کو ہو سکتی ہے بلکہ بلا استثناء اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ کثرت رائے کے اس فیصلہ پر بشرح صدر عمل پیرا ہو جاتے ہیں جسے خلیفہ وقت کی منظوری حاصل ہو۔“

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 199, 200)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

خلیفہ وقت یہ حسن ظن رکھتا ہے کہ ممبران نے بڑے غور سے سوچ سمجھ کر کسی معاملے میں رائے قائم کی ہوگی اور عموماً مجلس شوریٰ کی رائے کو اس وجہ سے من و عن قبول کر لیا جاتا ہے، اسی صورت میں قبول کر لیا جاتا ہے۔ سوائے بعض ایسے معاملات کے جہاں خلیفہ وقت کو معین علم ہو کہ شوریٰ کا یہ فیصلہ ماننے پر جماعت کو نقصان ہو سکتا ہے اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے یا اس سے ہٹ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہوئی ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَشَوْرَ هُمْ نِي الْأَمْرِ - فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

(سورة آل عمران آیت: 160)

یعنی اور ہر اہم معاملے میں ان سے مشورہ کر (نبی کو یہ حکم ہے) پس جب کوئی فیصلہ کر لے تو پھر اللہ پر توکل کر۔ یعنی یہاں یہ تو ہے کہ اہم معاملات میں مشورہ ضروری ہے، ضرور کرنا چاہئے اور اس حکم کے تابع آنحضرت ﷺ بھی مشورہ کیا کرتے تھے بلکہ اس حد تک مشورہ کیا کرتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔

تو یہ حکم الہی بھی ہے اور سنت بھی ہے اور اس حکم کی وجہ سے جماعت میں بھی شوریٰ کا نظام جاری ہے۔ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ مشورہ تو لے لو لیکن اس مشورے کے بعد تمام آراء آنے کے بعد جو فیصلہ کر لو تو

ہو سکتا ہے کہ بعض دفعہ یہ فیصلہ ان مشوروں سے الٹ بھی ہو۔ تو فرمایا جو فیصلہ کر لو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو کیونکہ جب تمام چھان پھٹک کے بعد ایک فیصلہ کر لیا ہے پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر ہی چھوڑنا بہتر ہے۔ اور جب اے نبی! تو نے معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ خود اپنے نبی کی بات کی لاج رکھے گا۔ اور انشاء اللہ اس کے بہتر نتائج ظاہر ہوں گے۔

جس طرح تاریخ میں ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں سے سلوک کے بارے میں اکثریت کی رائے رد کر کے آنحضرت ﷺ نے صرف حضرت ابو بکرؓ کی رائے مانی تھی، پھر بعض دفعہ دوسری جنگوں کے معاملات میں صحابہ کے مشورہ کو بہت اہمیت دی جنگ احد میں ہی صحابہ کے مشورے سے آپؐ وہاں گئے تھے ورنہ آپؐ پسند نہ کرتے تھے۔ آپؐ کا تو یہ خیال تھا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور جب اس مشورہ کے بعد آپؐ ہتھیار بند ہو کر نکلے تو صحابہ کو خیال آیا کہ آپؐ کی مرضی کے خلاف فیصلہ ہوا ہے، عرض کی یہیں رہ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ نہیں نبی جب ایک فیصلہ کر لے تو اس سے پھر پیچھے نہیں ہٹتا، اب اللہ پر توکل کرو اور چلو۔ پھر یہ بھی صورت حال ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام صحابہؓ کی متفقہ رائے تھی کہ معاہدہ پر دستخط نہ کئے جائیں لیکن آنحضرت ﷺ نے ان سب کی رائے کے خلاف اس پر دستخط فرمادئے۔ اور پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اس کے کیسے شاندار نتائج پیدا فرمائے۔ تو مشورہ لینے کا حکم تو ہے تاکہ معاملہ پوری طرح نتھر کر سامنے آجائے لیکن ضروری نہیں ہے کہ مشورہ مانا بھی جائے تو آپؐ کی سنت کی پیروی میں ہی ہمارا نظام شوریٰ بھی قائم ہے، خلفاء مشورہ لیتے ہیں تاکہ گہرائی میں جا کر معاملات کو دیکھا جاسکے لیکن ضروری نہیں ہے کہ شوریٰ کے تمام فیصلوں کو قبول بھی کیا جائے اس لئے ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ شوریٰ کی کاروائی کے آخر پر معاملات زیر غور کے بارے میں جب رپورٹ پیش کی جاتی ہے تو اس پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ شوریٰ یہ سفارش کرتی ہے، یہ لکھنے کا حق نہیں ہے کہ شوریٰ یہ فیصلہ کرتی ہے۔ شوریٰ کو صرف سفارش کا حق ہے۔ فیصلہ کرنے کا حق صرف خلیفہ وقت کو ہے۔ اس پر کسی کے ذہن میں یہ بھی سوال اٹھ سکتا ہے کہ پھر شوریٰ بلانے کا یا مشورہ لینے کا فائدہ کیا ہے، آج کل کے پڑھے لکھے ذہنوں میں یہ بھی آجاتا ہے تو جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ آیا ہوں کہ مجلس مشاورت ایک مشورہ دینے والا ادارہ ہے۔ اس کا کردار پارلیمنٹ کا نہیں ہے جہاں فیصلے کئے جاتے ہیں۔ آخری فیصلے کے لئے بہر حال معاملہ خلیفہ وقت کے پاس آتا ہے اور خلیفہ وقت کو ہی اختیار ہے کہ فیصلہ کرے،

اور یہ اختیار اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ لیکن بہر حال عموماً مشورے ماننے بھی جاتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا سوائے خاص حالات کے، جن کا علم خلیفہ وقت کو ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض حالات میں بعض وجوہات جن کی وجہ سے وہ مشورہ رد کیا گیا ہو ان کو خلیفہ وقت بتانا چاہتا ہو ایسی بعض مجبوریاں ہوتی ہیں۔

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 196 تا 198)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

جیسا کہ ہم جانتے ہیں جماعت میں مجلس شوریٰ کا ادارہ نظام جماعت اور نظام خلافت کے کاموں کی مدد کے لئے انتہائی اہم ادارہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ قول اس سلسلہ میں بڑا اہم ہے کہ لَا خِلَافَةَ إِلَّا بِالْمَشُورَةِ کہ بغیر مشورے کے خلافت نہیں ہے۔ اور یہ قول قرآن کریم کی ہدایت اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ کے عین مطابق ہے۔ آپ ﷺ صحابہ سے ہر اہم کام میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن جیسا کہ آیت سے واضح ہے مشورہ لینے کا حکم تو ہے لیکن یہ حکم نہیں کہ جو اکثریت رائے کا مشورہ ہو اسے قبول بھی کرنا ہے۔ اس لئے وضاحت فرمادی کہ مشورہ کے مطابق مشورہ کے مطابق یا اسے رد کرتے ہوئے، اقلیت کا فیصلہ مانتے ہوئے یا اکثریت کا فیصلہ مانتے ہوئے جب ایک فیصلہ کر لو، کیونکہ بعض دفعہ حالات کا ہر ایک کو پتہ نہیں ہوتا اس لئے مشورہ رد بھی کرنا پڑتا ہے۔ تو پھر یہ ڈرنے یا سوچنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا نہ ہو جائے، ویسا نہ ہو جائے۔ پھر اللہ پر توکل کرو اور جس بات کا فیصلہ کر لیا اس پر عمل کرو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 مارچ 2006ء)

(الفضل انٹرنیشنل 14 تا 20 اپریل 2006ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے پارلیمنٹ کی نسبت شوریٰ کے طریق کی فضیلت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

”پارلیمنٹ میں یہی ہوتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ رائے نہ ملی تو گورنمنٹ ٹوٹ جائے گی۔ اس لیے سارے رائے دے دیتے ہیں تو عام طبائع ایسی نہیں ہوتیں کہ صحیح رائے قائم کر سکیں۔ اس لیے اکثر لوگ دوسروں کے پیچھے چلتے ہیں اگر کہیں کہ وہ اہل الرائے ہوتے ہیں تو بھی یہی ہوتا ہے کہ بڑے کی رائے کے نیچے ان کی رائے دب جاتی ہے اس لیے یہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو اپنے ساتھ ملا لیتا ہے دونوں کا مقابلہ ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑائیاں

شروع ہو جاتی ہیں۔ ہر وقت مقابلہ رہتا ہے۔ مگر شوریٰ میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ اس میں پارٹی کا خیال نہیں ہوتا... پس چونکہ پارٹی ہوتی نہیں اور خلیفہ سب سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کا تعلق سب سے ایسا ہی ہوتا ہے جیسے باپ بیٹے کا۔ بھائی بھائی تو لڑپڑتے ہیں مگر باپ سے لڑائی نہیں ہو سکتی۔ چونکہ خلیفہ کا سب سے محبت کا تعلق ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ان میں لڑائی بھی ہو جائے تو وہ دور کر دیتا ہے اور بات بڑھنے نہیں پاتی۔“

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 16)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

”آنحضرت ﷺ خود فرماتے ہیں کہ میں غلطی کر سکتا ہوں۔ تو پھر خلیفہ سے غلطی کس طرح ناممکن ہے۔ مگر پھر بھی اس کے فیصلے کو شرح صدر کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ اس اصل کو بھلا دو تو تمہارے اندر بھی تفرقہ اور تنفر پیدا ہو جائے گا۔ اسے مٹا دو اور لوگوں کو کہنے دو کہ خلیفہ غلطی کر سکتا ہے تو تم بھی پرگندہ بھیڑوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ جن کو بھیڑے اٹھا کر لے جائیں گے اور دنیا کی لعنتیں تم پر پڑیں گی۔ جسے خدا نے عزت دی ہے تمہارے لئے اس کی عیب جوئی جائز نہیں اگر وہ غلطی بھی کرتا ہے اور اس کی غلطی سے تمہیں نقصان پہنچتا ہے تو تم صبر کرو۔ خدا دوسرے ذریعہ سے تمہیں اس کا اجر دے گا۔ اور اگر وہ گندہ ہو گیا ہے تو جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم خدا کے آگے اس کا معاملہ پیش کرو۔ وہ اگر تم کو حق پر دیکھے گا اسے خود موت دے دے گا اور تمہاری تکلیف دور کر دے گا۔“

(الفضل 18 جولائی 1937ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

”ہمارا عقیدہ ہے کہ خلیفہ کا محافظ خدا تعالیٰ ہے اور وہ اس سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہونے دے گا جو اصولی امور کے متعلق ہوں۔“

(الفضل 29 جولائی 1952ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

”عصمت صغریٰ اسے (خلیفہ کو۔ ناقل) حاصل ہے۔ یعنی اسے مذہبی مشین کا پرزہ قرار دیا گیا ہے۔ اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اسے بچایا جائے گا جو تباہ کن ہوں اور خاص خطرات میں اس کی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کرے گا اور اسے دشمنوں پر فتح دے گا۔ گویا وہ مؤید من اللہ ہے اور دوسرا کسی قسم کا حاکم اس میں اس کا شریک نہیں۔“

(الفرقان خلافت نمبر 1 اپریل مئی 1952ء صفحہ 5)